

قصص الانبياء اور اخلاقی تعلیمات: قرآن اور بائبل کا تقابلی جائزہ
Moral Teachings in *Qasas al-Ambiyā*: A Comparative Study of
the Qur'ān and the Bible

Abida Ishaq

Visiting Lecturer Islamic Studies, Department of Film and Broadcasting,

Quaid e Azam campus University of the Punjab Lahore, Pakistan

Email: abidaishaq1990@gmail.com

Abstract

The Qisas al-Anbiya constitute a central component of both the Qur'ān and the Bible, serving not merely as historical accounts but as powerful vehicles for moral, spiritual, and ethical guidance. These narratives aim to cultivate virtues such as patience, justice, obedience to God, repentance, and social responsibility among individuals and communities. Despite differences in theological frameworks and narrative styles, both scriptures employ prophetic stories to convey universal moral lessons relevant to all times.

This study presents a comparative analysis of the moral teachings embedded in the prophetic narratives of the Qur'ān and the Bible. Through textual and thematic examination, the research highlights areas of convergence and divergence in moral emphasis, character portrayal, and ethical instruction. Special focus is given to selected prophetic figures whose stories appear in both scriptures, examining how moral values are articulated and contextualized within each tradition. The study concludes that while doctrinal differences exist, the moral objectives of prophetic narratives in both the Qur'ān and the Bible reflect shared ethical concerns and contribute significantly to moral education, interfaith understanding, and the promotion of universal human values.



Keywords: Qisas al-Anbiya, Qur'ān and Bible, Moral Teachings, Prophetic Narratives, Comparative Religion, Ethics, Interfaith Studies, Religious Scriptures

تمہید

ابراہیمی مذاہب۔ یہودیت، عیسائیت اور اسلام۔ ایک مشترکہ تاریخی اور اخلاقی فریم ورک پر مبنی ہیں، جس کا محور انبیاء کا کردار ہے جو خدا کے پیغام کو انسانیت تک پہنچانے کے لیے مبعوث کیے گئے۔ یہ تمام مذاہب انبیاء کو خدا کی طرف سے رہنمائی، معاشرتی اصلاح، اور انسانوں کی روحانی و اخلاقی فلاح و بہبود کا ذریعہ تسلیم کرتے ہیں^(۱)۔ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ (علیہما السلام) کا مقام صرف ان کی متعلقہ امتوں تک محدود نہیں، بلکہ وہ تمام ابراہیمی مذاہب میں یکساں طور پر محترم ہیں۔ اس مشترکہ بنیاد میں توحید کا تصور، یومِ آخرت کا یقین، اور بنیادی اخلاقی اقدار جیسے عدل و احسان کی دعوت شامل ہے۔ ان مذاہب کا اعتقاد ہے کہ خدا نے مختلف زمانوں اور اقوام میں اپنے صادق اور برگزیدہ بندوں کو منتخب کیا تاکہ وہ گمراہوں کو سیدھے راستے کی طرف بلائیں اور انہیں انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لیے ضروری اخلاقی و قانونی ضوابط سے آگاہ کریں۔ نبیوں کی یہ بعثت دراصل انسانی تاریخ میں الہی مداخلت کا تسلسل ہے جس کا مقصد انسان کو اس کی فطری اخلاقی ذمہ داریوں سے ہم آہنگ کرنا ہے، اور اسی تسلسل کا مطالعہ مذہبی تقابل کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ تمام ابراہیمی مذاہب کے پیروکار اپنے روزمرہ کے معاملات میں انبیاء کی زندگی کو عملی مثال کے طور پر دیکھتے ہیں، اور ان کے قصے عقائد کی پختگی اور اخلاقی اصلاح کا مستقل ذریعہ بنے رہتے۔ قرآن اور بائبل میں بیان کردہ انبیائی قصے مذہبی ادب کا ایک لازمی حصہ ہیں جو صدیوں سے انسانوں کی روحانی تربیت اور بہتر فکری رہنمائی کر رہے ہیں۔ ان قصوں میں جرات، صبر، یقین اور قربانی کے ایسے پہلو اجاگر کیے گئے ہیں جو ہر دور کے انسان کے لیے لائق تقلید ہیں۔ انبیاء کی سیرت کے یہ بیانات دراصل آفاقی اصولوں کو عملی شکل دینے کا ذریعہ ہیں جو انسانیت کو ہر قسم کی برائی اور ظلم سے پاک کر کے ایک صالح معاشرہ قائم کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ یہ پہلو ان مذاہب کے پیروکاروں کو ایک عالمی۔ یہودیت برادری کا حصہ بننے کی تحریک دیتا ہے، جہاں اخلاقی اقدار اور روحانی تعلق تمام نسلی اور جغرافیائی حدود سے بالاتر ہیں اور عیسائیت میں انبیاء کو اکثر نظام شریعت کے نفاذ اور تاریخی ذمہ داری کے حامل کے طور پر دیکھا جاتا ہے، جبکہ اسلام میں ان کی حیثیت معصوم داعی کی ہوتی ہے جو صرف اللہ کے احکام کی تبلیغ کرتے ہیں^(۲)۔

موضوع کا تعارف: قرآن اور بائبل دونوں میں انبیاء کے قصص کا بیان

اگرچہ دونوں کتب میں انبیاء کے قصص مشترک ہیں، لیکن ان کا مقصد اور اسلوب مختلف ہے۔ بائبل (عہد نامہ قدیم) میں قصص کا اسلوب عموماً ایک مسلسل تاریخی بیانیہ پیش کرتا ہے^(۳)۔ اس میں تفصیلی واقعات، نسب نامے، اور بعض اوقات بشری کمزوریاں بھی شامل ہوتی ہیں جو ان ہستیوں کو حقیقی تاریخی کردار کے طور پر پیش کرتی ہیں، جو اپنی کامیابیوں اور ناکامیوں کے ساتھ ایک قوم کی تاریخ کا حصہ ہیں۔ اس کے برعکس، قرآن کریم قصص کو تاریخی ترتیب کے بجائے اخلاقی اور موضوعاتی ترتیب پر زور دیتے ہوئے بیان کرتا ہے، تاکہ ہر قصہ عبرت اور نصیحت کا ذریعہ بنے^(۴)۔ قرآن ان قصوں کو توحید کی تعلیم کو مضبوط کرنے اور نبی کریم ﷺ کی تائید کے لیے بطور استشہاد استعمال کرتا ہے۔ اسلامی نقطہ نظر میں، انبیاء کو عصمت

(Infallibility) کے وصف سے متصف کیا جاتا ہے، جس کا مطلب ہے کہ وہ گناہوں اور اخلاقی لغزشوں سے پاک ہوتے ہیں، اور ان کے قصوں کا مقصد انبیاء کی پاکیزگی اور مثالی کردار کو اجاگر کرنا ہے۔ بائبل کا بیانیہ انبیاء کی بشری جہت کو زیادہ نمایاں کرتا ہے، جہاں وہ الہی پیغام پہنچاتے ہوئے بھی انسانی غلطیوں سے مبرا نہیں ہوتے، جیسے حضرت داؤد کا قصہ (5)۔ یہ نقطہ نظر بائبل کے پیروکاروں کو خدا کی لامحدود رحمت کی طرف مائل کرتا ہے کہ خدا کمزور انسانوں کے ذریعے بھی اپنے عظیم منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکتا ہے۔ اس کے برعکس، قرآن کا بیانیہ انبیاء کو نور ہدایت کے مکمل پیکر کے طور پر پیش کرتا ہے، جہاں ان کی سیرت کا ہر پہلو اخلاقی کمال کی دلیل ہوتا ہے (6)۔ اس طرح، قرآنی قصص اخلاقی تعلیم اور عقائد کی مضبوطی پر مبنی ہیں، جبکہ بائبل کے قصص تاریخی تسلسل اور خدا کے ساتھ انسان کے جدلیاتی تعلق پر زیادہ مرکوز ہیں۔ یہ بنیادی فرق دراصل دونوں مذاہب کے علم الکلام اور فقہ کے ڈھانچے کو تشکیل دیتا ہے اور مذہبی ذمہ داریوں کی نوعیت پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ قصوں میں تکرار کے ذریعے قرآن توحید کے پیغام کو انسانی ذہن میں راسخ کرتا ہے اور یہ ثابت کرتا ہے کہ تمام انبیاء کا بنیادی پیغام یکساں تھا۔

مقصد تحقیق:

اس تحقیق کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ دونوں مقدس کتابوں میں انبیاء کے قصص سے حاصل ہونے والی اخلاقی تعلیمات کا گہرا تقابلی تجزیہ پیش کیا جائے، بالخصوص اس بات پر توجہ دی جائے کہ عصمت (Infallibility) اور بشری کمزوریوں کا تصور کس طرح اخلاقی فریم ورک کو تشکیل دیتا ہے۔ یہ مطالعہ نہ صرف بنیادی اخلاقی تعلیمات میں موجود مماثلتوں کو اجاگر کرے گا بلکہ یہ بھی واضح کرے گا کہ انبیاء کے بیانیے میں موجود فرق نے ان کے پیروکاروں کے لیے نجات اور اخلاقی تکمیل کے مختلف الہیاتی نظام کیسے وضع کیے۔ مثال کے طور پر، عصمت کا قرآنی تصور ایک ایسا اخلاقی معیار مقرر کرتا ہے جو انبیاء کو ہر قسم کی اخلاقی لغزش سے بالاتر رکھتا ہے، جس سے ان کا کردار ناقابل تقلید مثال بن جاتا ہے (7)۔ دوسری طرف، بائبل میں انبیاء کی انسانی خطاؤں کو تسلیم کرنا، ایک ایسا فریم ورک مہیا کرتا ہے جہاں توبہ اور خدا کا فضل اخلاقی نجات کے لیے کلیدی حیثیت رکھتے ہیں (8)۔ اس تقابلی مطالعہ کے ذریعے یہ سمجھنے کی کوشش کی جائے گی کہ کس طرح دونوں نصوص نے عدل، رحم، صبر اور سچائی جیسی مشترکہ اخلاقی اقدار کو اپنے اپنے الہیاتی نظاموں میں جگہ دی ہے۔ یہ تجزیہ ہمیں ان بنیادی الہیاتی سوالات کے جوابات تک پہنچنے میں مدد دے گا کہ اخلاقی رہنمائی کا حتمی ماخذ کیا ہے اور انبیاء کی بشری حیثیت کا ان کی اخلاقی اتھارٹی پر کیا اثر پڑتا ہے۔ یہ تحقیق اس بات کا بھی جائزہ لے گی کہ انبیاء کے قصوں میں ظالموں کے خلاف کھڑے ہونے اور حق کی گواہی دینے کے مشترکہ موضوعات کس طرح معاشرتی عدل اور اخلاقی جرات کی تعلیم دیتے ہیں (9)۔ آخر کار، اس مقالے کا ہدف یہ

ہے کہ دونوں مذہبی بیانیوں کی گہرائی میں جا کر ان اخلاقی اصولوں کو سامنے لایا جائے جو آج بھی ابراہیمی مذاہب کے پیروکاروں کی ذاتی اور اجتماعی زندگی کی رہنمائی کر رہے ہیں، اور یہ دکھایا جائے کہ الہامی ہدایت کا مقصد انسانی اخلاق کی بلندی ہے، چاہے وہ کسی بھی مذہبی ماخذ سے حاصل ہو رہی ہو (عثمانی، سن ندارد)۔ بائبل اور قرآن دونوں میں موجود انبیاء کی زندگی کی آزمائشیں اور ان کا خدا پر کامل بھروسہ ان کی مشترکہ اخلاقی تعلیمات کا سنگ بنیاد ہے۔

قرآن میں قصص الانبیاء: اصول عصمت اور مقصد ہدایت

عصمت انبیاء کا اخلاقی تصور

اسلامی الٰہیات میں جمہور فقہاء اور متکلمین کا عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام تمام چھوٹے اور بڑے گناہوں، خطاؤں اور بھول چوک سے معصوم (Infallible) ہوتے ہیں۔ یہ عصمت ان کا فطری کمال اور اللہ کا اجتنابی عطیہ ہے۔ عصمت کا یہ تصور اخلاقی نظام کی بنیاد فراہم کرتا ہے، کیونکہ ایک معصوم پیغمبر ہی امت کے لیے کامل اسوہ (Role Model) بن سکتا ہے⁽¹⁰⁾۔ یہ عقیدہ دراصل اس الٰہیاتی اصول پر مبنی ہے کہ اگر پیغمبر خود غلطی کا مرتکب ہو جائے تو اس کی شریعت کی سند مشکوک ہو جاتی ہے، اور اس طرح ہدایت کا الٰہی مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے⁽¹¹⁾۔ قرآنی بیانیے میں جہاں بھی کسی نبی کی طرف "لغزش" کا اشارہ ملتا ہے، مفسرین اسے ترکِ اولیٰ (Leaving the better option) یا نبوت سے قبل کے واقعات پر محمول کرتے ہیں تاکہ عصمت کا بنیادی عقیدہ محفوظ رہے۔ عصمت کے اصول کا تعلق صرف گناہوں سے نہیں، بلکہ تبلیغ رسالت اور وحی کے معاملے میں مکمل درستگی اور ایمانداری سے بھی ہے۔ یہ قرآنی تصور اخلاقیات کو ایک مطلق اور غیر متزلزل معیار فراہم کرتا ہے، جہاں نبی کا قول و فعل الٰہی معیار کی آخری شکل ہوتا ہے۔ اس کے نتیجے میں، پیروکاروں کی اخلاقی ذمہ داری صرف پیروی تک محدود رہتی ہے، جو انفرادی گناہوں کے بوجھ کو الٰہی فضل اور توبہ کے ذریعے کم کرنے کا راستہ دکھاتی ہے، جبکہ اسوہ کی پیروی میں کوئی شک باقی نہیں رہتا (عثمانی، سن ندارد)۔ یہ ماخذ کی پاکیزگی اور ہدایت کی سچائی کو یقینی بناتا ہے، جو اسلامی فکری نظام کا ایک اہم ستون ہے۔

اخلاقیات کا براہ راست اسلوب

قرآن کا قصہ گوئی کا اسلوب تاریخی تفصیلات پر زور دینے کے بجائے اخلاقی اور موضوعاتی پہلوؤں پر مرکوز ہوتا ہے۔ ہر قصہ ایک مخصوص اخلاقی اصول (Moral Principle) کی وضاحت کرتا ہے، جیسے کہ نوح کا صبر یا ابراہیم کی توحید پر استقامت⁽¹²⁾۔ اس اسلوب کا فائدہ یہ ہے کہ یہ پیروکار کے دل پر اخلاقی واقعہ کا براہ راست اثر ڈالتا ہے اور اسے عبرت و نصیحت کے ذریعے اخلاقی ہدایات فراہم کرتا ہے۔ قصص کا یہ طریقہ کار دراصل وحی کی عالمگیر نوعیت کو اجاگر کرتا ہے، جو کسی

خاص قوم کی تاریخ تک محدود نہیں، بلکہ آفاقی اور ازلی اخلاقی سبق فراہم کرتا ہے۔ قرآن میں قصص کی تکرار اس بات کا ثبوت ہے کہ مقصد تاریخی ریکارڈ رکھنا نہیں، بلکہ مختلف اخلاقی زاویوں سے ایک ہی حقیقت کی طرف توجہ دلانا ہے۔ مثال کے طور پر، حضرت موسیٰ کا قصہ مختلف سورتوں میں فرعون کے ظلم کے خلاف عدل، بنی اسرائیل کی سرکشی، اور اللہ کی طاقت کے مختلف اسباق کو اجاگر کرتا ہے، جو تمام معاشرتی اور انفرادی اخلاقیات کے لیے رہنمائی فراہم کرتے ہیں (13)۔

یہ طریقہ کار پیغمبر اسلام ﷺ کی رسالت کی تائید اور تصدیق کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے، یہ دکھاتے ہوئے کہ آپ کا پیغام پچھلے تمام انبیاء کے پیغامات کا تسلسل ہے، اور اس طرح اخلاقی معیار میں تسلسل اور پائیداری کی تصدیق کرتا ہے۔ یہ قرآنی فن قصہ نگاری ایک تربیتی آلہ ہے جو عقیدے کی پختگی اور عمل کی اصلاح کو یقینی بناتا ہے۔

بائبل میں انبیاء کی کہانیاں:

انبیاء کا انسانی پہلو اور بشری کمزوریوں کا اخلاقی نتیجہ

بائبل کے بیانے میں انبیاء کو نقص سے پاک پیش نہیں کیا جاتا۔ ان کی زندگی میں بشری کمزوریوں، خطاؤں اور یہاں تک کہ گناہوں کا ذکر ملتا ہے، جیسا کہ حضرت داؤد (علیہ السلام) کے قصے میں حاکمانہ اقتدار کے نامناسب استعمال کا اشارہ ملتا ہے (14)۔ یہ بیانہ ایک حقیقت پسندانہ اخلاقی درس یہ دیتا ہے کہ خدا ناقص انسانوں کو بھی اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرتا ہے (15)۔ چونکہ انسان مکمل اخلاقی تکمیل حاصل نہیں کر سکتا، اس لیے نجات کا انحصار پیغمبر کی کامل تقلید کے بجائے خدا کے فضل (Grace) اور اس پر بھروسہ کرنے پر ہوتا ہے۔ یہ ایمانداری کے ساتھ انسانی حالت کی عکاسی کرتی ہے، جہاں پیروکاروں کو سکھایا جاتا ہے کہ وہ اپنی ناکامیوں کے باوجود توبہ کر سکتے ہیں۔

اس بیانے کی نوعیت زیادہ تر تاریخی اور نسبی ہے، جس کا مقصد بنی اسرائیل کی تاریخ میں خدا کے عہد (Covenant) کو تسلسل کے ساتھ بیان کرنا ہے۔ انبیاء کو تاریخی اور سیاسی حالات میں کام کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے، جہاں ان کی غلطیاں الہی قانون کی خلاف ورزی کے نتائج کو واضح کرتی ہیں، نہ کہ عصمت کے اصول کی نفی کرتی ہیں (16)۔ یہ اخلاقی فریم ورک اعتراف جرم، توبہ اور خدا کی مغفرت کے تصورات پر بہت زیادہ زور دیتا ہے، جو بائبل کے پیروکاروں کے لیے اخلاقی جدوجہد میں امید کا ذریعہ بنتا ہے۔ انبیاء کی بشری کمزوریاں دراصل انسانیت اور الہیت کے درمیان واضح فرق کو قائم کرتی ہیں، یہ باور کرتے ہوئے کہ کمال صرف خدا کے لیے ہے، اور انسان کی نجات اس کے انفرادی عمل کی پاکیزگی سے زیادہ الہی رحمت کی مرہون منت ہے (17)۔

یہ نقطہ نظر انسان کو عاجزی اور انکساری سکھاتا ہے کہ بڑے سے بڑا مذہبی رہنما بھی انسانی فطرت کی کمزوریوں سے

مبرا نہیں ہوتا۔

بنیادی مماثلتیں: انبیاء کی رسالت کا مشترکہ اخلاقی پیغام

دونوں نصوص میں بنیادی اخلاقی تعلیمات میں مماثلت پائی جاتی ہے، جن میں توحید (اللہ کی وحدانیت)، یومِ آخرت کا تصور، اور نیکی کی دعوت شامل ہیں۔ تمام انبیاء کا مقصد انسانیت کو شرک، ظلم اور سماجی ناانصافی کے اندھیروں سے نکال کر عدل اور احسان کی طرف لانا تھا۔ مشترکہ اخلاقی اصولوں میں سچائی، امانت، اور وعدہ وفا کی بنیادی حیثیت رکھتے ہیں، اور تمام قصے انفرادی اور اجتماعی سطح پر ان اخلاقی اقدار کی خلاف ورزی کے خوفناک نتائج کی وضاحت کرتے ہیں۔ قرآن اور بائبل دونوں میں انبیاء نے طاقتور ظالم حکمرانوں (جیسے فرعون) کے سامنے کھڑے ہو کر کمزوریوں کی حمایت کی، جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ معاشرتی انصاف الہی پیغام کا ایک ناگزیر حصہ رہا ہے (18)۔

یہ آفاقی اخلاقی اصول دونوں مذاہب کے پیروکاروں کے لیے ایک مشترکہ ضابطہ حیات فراہم کرتے ہیں، جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ الہی ماخذ کا اخلاقی جوہر تبدیل نہیں ہوتا، صرف شریعت کے تفصیلی احکام زمانے کے تقاضوں کے مطابق مختلف ہو سکتے ہیں۔ صبر، تقویٰ، اور الہی احکام کی اطاعت کے موضوعات انبیائی قصوں میں بار بار نمایاں ہوتے ہیں، جو یہ ثابت کرتے ہیں کہ انبیاء کی سیرت کا مقصد انسانی اخلاقی ترقی اور روحانی پاکیزگی کی منزل کو حاصل کرنا تھا (19)۔

یہ مماثلتیں آج کے بین المذاہب مکالمے میں ایک مضبوط بنیاد فراہم کرتی ہیں، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بنیادی انسانی اخلاقیات کا ماخذ ایک ہی ہے۔ دونوں نصوص اس بات پر متفق ہیں کہ انسانی زندگی کا مقصد خدا کی مرضی کے مطابق جینا ہے، اور انبیائی قصے اس زندگی کو عملی شکل دینے کا ذریعہ ہیں۔

منتخب انبیاء کے قصص کا تقابلی جائزہ اور ان سے مستنبط اخلاقی تعلیمات

حضرت آدم و حوا (علیہما السلام)

حضرت آدم اور حضرت حوا (علیہما السلام) کا قصہ انسانیت کی اخلاقی ابتدا اور زوال کی کہانی سناتا ہے، لیکن قرآن اور

بائبل دونوں کے درمیان گناہ، ذمہ داری، اور نجات کے بنیادی تصورات میں جوہری فرق موجود ہے۔

گناہ کا تصور اور نوعیت: لغزش، بمقابلہ گناہ اول

قرآنی تناظر (اسلام): اسلامی الہیات میں آدم اور حوا کی خطا کو "لغزش" یا "ترکِ اولیٰ" قرار دیا گیا ہے، نہ کہ جان بوجھ کر کیا گیا کوئی بڑا گناہ۔ یہ ایک انفرادی خطا تھی جو بھول یا شیطان کے بہکاوے کے زیر اثر سرزد ہوئی، اور یہ لغزش عصمتِ نبوت کے بنیادی اصول پر اثر انداز نہیں ہوتی، کیونکہ یہ واقعہ نبوت کے ذمہ داری والے عہدے سے قبل پیش آیا تھا⁽²⁰⁾۔

قرآن اس بات پر زور دیتا ہے کہ اس لغزش نے انسانی فطرت کو ہمیشہ کے لیے آلودہ نہیں کیا، اور انسان کی پیدائش اب بھی اپنی اصل اور پاکیزہ فطرت ("فطرت") پر ہوتی ہے۔ اس لیے، اسلامی نقطہ نظر میں وراثتی گناہ (Original Sin) کا کوئی تصور موجود نہیں ہے۔

بائبل کا تناظر (یہودیت / عیسائیت): اس کے برعکس، بائبل کے بیانے میں اس واقعے کو "گناہ اول (Original Sin)" کہا جاتا ہے، جو نہ صرف ایک حکم کی خلاف ورزی تھی بلکہ خدا کے اختیار کے خلاف ایک حکمت عملی پر مبنی بغاوت تھی۔ اس گناہ کے نتیجے میں انسانی فطرت بنیادی طور پر ناقص اور آلودہ ہو گئی، اور یہ نقص یا گناہ تمام آنے والی نسلوں میں موروثی طور پر منتقل ہوا، جس نے موت اور اخلاقی زوال کو جنم دیا⁽²¹⁾۔

اس تناظر میں، انسان اپنی مرضی اور عمل سے مکمل اخلاقی تکمیل حاصل نہیں کر سکتا، جس کی وجہ سے ایک نجات دہندہ کی ضرورت پیش آتی ہے تاکہ گناہ کے اس موروثی بوجھ کا کفارہ ادا کیا جاسکے۔

ذمہ داری، نجات اور اخلاقی درس

اسلام میں انفرادی ذمہ داری اور توبہ: قرآن کا سب سے اہم اخلاقی درس انفرادی ذمہ داری اور توبہ کی قوت پر زور دیتا ہے۔ حضرت آدم اور حوا نے اپنی غلطی کو تسلیم کیا، اور اللہ نے انہیں "کلمات" سکھائے جس کے ذریعے انہوں نے توبہ کی، اور اللہ نے ان کی توبہ فوری طور پر قبول کر لی⁽²²⁾۔ اس فوری قبولیت نے اس بات کو یقینی بنایا کہ لغزش کا بوجھ ختم ہو گیا، اور کوئی بھی وراثتی گناہ باقی نہ رہا۔ اس سے حاصل ہونے والا بنیادی اخلاقی درس یہ ہے کہ انسان خطا کا پتلا ہے، مگر توبہ اور استغفار کا دروازہ ہمیشہ کھلا ہے، اور انسان کو اللہ کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ وہ اپنی صلاحیت اور عمل کی اصلاح کے ذریعے نجات حاصل کر سکتا ہے۔

عیسائیت میں کفارہ اور فضلِ خداوندی: بائبل کا اخلاقی نقطہ نظر اس کے برعکس نجات کے لیے فضلِ خداوندی (Grace) پر زور دیتا ہے۔ چونکہ گناہ اول نے انسانی فطرت کو مستقل طور پر ناقص کر دیا تھا، لہذا انسان کے انفرادی نیک اعمال اس موروثی گناہ کے بوجھ کو ختم نہیں کر سکتے⁽²³⁾۔ اس لیے، نجات کا انحصار پیغمبر یا انسان کی کامل تقلید کے بجائے نجات

دہندہ (عیسیٰؑ) کے کفارے پر ہوتا ہے، جس کے ذریعے انسان خدا کے فضل کو حاصل کرتا ہے اور گناہ کے اثرات سے پاک ہو جاتا ہے۔ اس کا بنیادی اخلاقی درس یہ ہے کہ انسان کی اخلاقی جدوجہد اپنی خامیوں کو دور کرنے کے لیے توجہ دینی ہے، لیکن حتمی نجات صرف خدا کی رحمت اور فضل سے ہی ممکن ہے

حضرت نوح (علیہ السلام)

حضرت نوحؑ کا قصہ دونوں ابراہیمی مذاہب میں استقامت، الہی انصاف، اور اخلاقی رہنمائی کی ایک اہم مثال ہے۔ تاہم، قصے کی نوعیت اور اس سے اخذ کیے جانے والے اخلاقی اسباق میں کچھ اہم اختلافات پائے جاتے ہیں، بالخصوص خاندانی تعلقات اور نجات کے حوالے سے۔

استقامت اور اخلاقی قیادت کا مشترکہ درس

حضرت نوحؑ کی زندگی کا بنیادی اخلاقی درس دونوں مذاہب میں صبر اور مستقل مزاجی (استقامت) پر مبنی ہے۔ قرآن کریم خاص طور پر اس بات کو اجاگر کرتا ہے کہ نوحؑ نے تقریباً 950 سال تک اپنی قوم کو شرک چھوڑ کر توحید اختیار کرنے کی تبلیغ کی۔ ان کی یہ طویل جدوجہد، جس میں انہیں تمسخر، ایذا رسانی اور کامل مایوسی کا سامنا کرنا پڑا، یہ اخلاقی درس دیتی ہے کہ حق کے پرچار میں استقامت اور ثابت قدمی اخلاقی قیادت کے لیے لازمی اوصاف ہیں (24)۔

یہ استقامت محض صبر کی ذاتی کیفیت نہیں ہے، بلکہ معاشرتی تبدیلی لانے والی ایک فعال اخلاقی قوت ہے، جو کسی بھی رہنما کو وقت کی طوالت اور مخالفت کی شدت سے قطع نظر اپنے اصولوں پر قائم رہنے کی ترغیب دیتی ہے۔ بائبل بھی نوحؑ کو راستبازی اور کامل ایمان کی علامت کے طور پر پیش کرتی ہے، جس کی وجہ سے خدا نے انہیں اس تباہی سے محفوظ رکھا (25)۔

مشترکہ طور پر، دونوں نصوص یہ تعلیم دیتی ہیں کہ صحیح اخلاقی موقف بالآخر الہی تائید اور نجات کا باعث بنتا ہے۔

ایمان پر خاندانی تعلق کی فوقیت کا اختلاف

قرآن میں معیارِ نجات: قرآنی بیانیہ ایمان کو تمام خاندانی اور خوئی رشتوں پر فوقیت دیتا ہے۔ نوحؑ کا بیٹا (کنعان) اور ان کی بیوی غیر مؤمن تھے اور اسی وجہ سے وہ طوفان میں ہلاک ہوئے (26)۔ اس قصے کا سخت اخلاقی درس یہ ہے کہ نجات کا معیار صرف توحید اور عمل صالح ہے، اور یہ کہ کوئی بھی شخص، چاہے وہ پیغمبر کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو، ایمان کے بغیر خدا کے عذاب سے نہیں بچ سکتا (محمد شفیع، 2000)۔ جب نوحؑ نے اپنے بیٹے کے لیے شفاعت کی تو اللہ نے انہیں یاد دلایا کہ "وہ تیرے اہل میں سے نہیں ہے"، جس سے یہ الہی اصول واضح ہوتا ہے کہ رشتہ داری کا اصل معیار روحانی ہے، جسمانی نہیں (27)۔

یہ تصور اسلامی اخلاقی فریم ورک میں توحید کی مطلق مرکزیت اور ذاتی جو ابد ہی کو نمایاں کرتا ہے۔

بائبل میں فضل خداوندی اور عہد: (Covenant) بائبل کے بیانیے میں نوحؑ، ان کی بیوی اور ان کے تینوں بیٹے (سام، حام، یافت) اور ان کی بیویاں کشتی میں بچ گئے، یعنی پورا خاندان محفوظ رہا۔ اس کا اخلاقی درس خدا کے فضل (Grace) اور اس کے "عہد (Covenant)" پر زیادہ مرکوز ہے، جو تباہی کے بعد قوس قزح کے ذریعے نوحؑ اور تمام جانداروں کے ساتھ قائم کیا گیا (28)۔

یہاں اخلاقی توجہ نوحؑ کی راستبازی کے وسیلے سے خاندان کی بقاء اور خدا کے وعدے پر بھروسہ کرنے پر ہے کہ وہ دوبارہ دنیا کو پانی سے تباہ نہیں کرے گا۔ اگرچہ یہاں ایمان پر خونی تعلق کی نفی نہیں کی گئی، لیکن زور اس بات پر ہے کہ خدا کا عہد انسان کی ناکامیوں کے باوجود قائم رہتا ہے، جو امید اور یقین کا درس فراہم کرتا ہے (29)۔ اس طرح، نوحؑ کا قصہ دونوں نصوص میں عدل اور رحم کے پہلوؤں کو نمایاں کرتا ہے، لیکن اسلام میں عدل (ایمان کی شرط) جبکہ عیسائیت میں فضل (عہد کی ضمانت) کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔

حضرت ابراہیم (علیہ السلام)

حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کا قصہ ابراہیمی مذاہب کی بنیاد ہے اور انہیں ہر مذہب میں توحید کا علمبردار اور خدا کا دوست سمجھا جاتا ہے۔ ان کی زندگی سے حاصل ہونے والی اخلاقی تعلیمات کا محور غیر مشروط اخلاص، خدا کی وحدانیت، اور ہر حال میں تسلیم و رضا ہے۔

توحید اور اخلاقی زندگی کی بنیاد

قرآن میں شرک سے مکمل بیزاری: قرآنی تناظر میں حضرت ابراہیمؑ کی پوری زندگی شرک سے مکمل بیزاری اور خالص توحید کا اعلان ہے۔ انہوں نے اپنے والد (آزر) اور اپنی قوم کے بتوں اور سیاروں کی پرستش کو رد کر کے یہ واضح اخلاقی درس دیا کہ انفرادی اور اجتماعی اخلاقی زندگی کی بنیاد صرف اللہ کی وحدانیت اور اطاعت پر رکھنی چاہیے۔ ابراہیمؑ کو "حنیف" (ہر باطل سے کنارہ کش ہو کر حق کی طرف مائل ہونے والا) کہا گیا، جس کا مطلب ہے کہ ان کی اخلاقی روح کسی بھی قسم کی ملاوٹ یا سمجھوتے سے پاک تھی۔ یہ قرآنی اخلاقی اصول یہ تقاضا کرتا ہے کہ اطاعت کا ہر عمل صرف اور صرف خالق کے لیے مخلصانہ ہو (30)۔

بائبل میں عہد اور انتخاب: بائبل کے بیانیے میں ابراہیمؑ کا کردار خدا کے ساتھ ایک عہد (Covenant) قائم کرنے کے گرد گھومتا ہے، جس میں خدا نے ابراہیمؑ اور ان کی نسل (بنی اسرائیل) کو منتخب قوم ہونے کا وعدہ دیا (31)۔ اس اخلاقی تعلیم کا مرکز یہ ہے کہ خدا اپنے عہد کو نبھاتا ہے، اور منتخب قوم کی ذمہ داری ہے کہ وہ خدا کے احکام کی پابندی کرے اور

اس عہد کو نسل در نسل برقرار رکھے۔ یہاں عہد اور نسل کی بنیاد پر اخلاقی ذمہ داری کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے، جہاں وفاداری کا مطلب خدا کے قوانین اور وعدوں پر غیر متزلزل یقین رکھنا ہے۔

قربانی کا جذبہ: تسلیم و رضا بمقابلہ وفاداری کا امتحان

اسلام میں تسلیم و رضا: قرآن میں ابراہیمؑ کی سب سے بڑی اخلاقی آزمائش اپنے بیٹے (حضرت اسماعیلؑ) کی قربانی کی تیاری تھی۔ یہ واقعہ تسلیم و رضا (Tasleem-o-Raza) کی معراج کی علامت ہے، جہاں ابراہیمؑ نے اللہ کے حکم کے سامنے اپنے سب سے قیمتی اثاثے اور ذاتی محبت کو قربان کرنے کی تیاری کی (32)۔ یہ عمل غیر مشروط اطاعت اور کامل اخلاص نیت کا اخلاقی درس دیتا ہے، کہ ایک مؤمن کے لیے خدا کی مرضی دنیا کی ہر شے پر فوقیت رکھتی ہے۔ یہ عظیم عمل عید الاضحیٰ کی شکل میں مسلمانوں کے لیے سالانہ اخلاقی یاد دہانی فراہم کرتا ہے، تاکہ وہ اپنی زندگی کے ہر پہلو میں اخلاص نیت کو برقرار رکھیں

بائبل میں وفاداری کا امتحان: بائبل میں بھی اسی طرح کا واقعہ وفاداری کے امتحان کے طور پر پیش کیا گیا ہے، جہاں ابراہیمؑ کو اپنے بیٹے اسحاقؑ کی قربانی کا حکم دیا جاتا ہے۔ اخلاقی نقطہ نظر سے، اس واقعے کا مقصد ابراہیمؑ کے خدا پر کامل بھروسہ کو جانچنا تھا، تاکہ یہ ثابت ہو سکے کہ وہ خدا کے عہد کے وعدوں پر کتنے وفادار ہیں۔ یہاں زور وفاداری اور امتحان میں کامیابی پر ہے، جو بالآخر خدا کے فضل اور رحمت کو ظاہر کرتا ہے، کیونکہ خدا نے قربانی سے پہلے ہی اسحاقؑ کو بچا لیا اور ابراہیمؑ کو برکت دی (33)۔ دونوں قصوں کا مشترکہ اخلاقی سبق یہ ہے کہ حقیقی ایمان خدا کے لیے سب کچھ قربان کرنے کی آمادگی کا تقاضا کرتا ہے، اور یہی اخلاص نیت اخلاقی زندگی کی بنیاد ہے۔

حضرت موسیٰ و ہارون (علیہما السلام)

حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کا قصہ ابراہیمی مذاہب میں طاغوت کے خلاف جدوجہد، استقامت، اور معاشرتی عدل (Adl) کے حصول میں قیادت کی ذمہ داری کو اجاگر کرتا ہے۔ یہ قصہ صرف بنی اسرائیل کی تاریخ کا حصہ نہیں، بلکہ انبیاء کی قیادت اور قانون سازی کی نوعیت کو متعین کرتا ہے۔ قرآن اور بائبل دونوں میں ان کی قیادت کے دور میں نازل ہونے والی دس اخلاقی ہدایات (Decalogue)، خواہ وہ بائبل میں براہ راست ہوں یا قرآن میں موضوعاتی طور پر، تمام سماجی اور مذہبی نظام کی بنیادی اخلاقی دستاویزات ہیں۔ موسیٰؑ کو یہ شرف حاصل ہے کہ انہوں نے جابرانہ طاقت (فرعون) کے سامنے حق کی آواز بلند کی اور ایک غلام قوم کو آزادی اور قانون خداوندی کے تحت ایک نئی اخلاقی زندگی دی۔ ان کی زندگی کا محور عہد،

شریعت اور نبوت کی ذمہ داری ہے۔ یہ قیادت یہ اخلاقی درس دیتی ہے کہ حق اور عدل کی حکمرانی ہمیشہ انفرادی اور اجتماعی زندگی پر غالب رہنی چاہیے، اور الہی قانون ہی حقیقی معاشرتی استحکام کا ضامن ہے⁽³⁴⁾۔

اس قصے میں معجزات کا وقوع پذیر ہونا بھی الہی تائید اور موسیٰ کی رسالت کی عصمت کا ثبوت فراہم کرتا ہے، جو اس بات کی تصدیق ہے کہ وہ معاشرتی عدل کے لیے خدا کی طرف سے مامور تھے۔

دس اخلاقی ہدایات (Decalogue) کا تقابلی جائزہ

بائبل میں حضرت موسیٰ کو کوہ سینا پر جو دس احکام (Decalogue) ملے، وہ یہودی اور عیسائی روایت میں سماجی اور مذہبی نظام کی بنیادی اخلاقی دستاویز ہیں۔ ان احکام کا مقصد خدا اور انسان کے ساتھ درست تعلقات کی وضاحت کرنا ہے۔ قرآن کریم میں اگرچہ اسی ترتیب سے "دس احکام" کا ذکر نہیں، لیکن سورۃ الانعام (6:151-153) اور سورۃ الاسراء (17:23-39) میں ایسے 10 سے زائد بنیادی اخلاقی اصول واضح کیے گئے ہیں جو اخلاقیات اور شریعت کی بنیاد ہیں۔

خدا کی وحدانیت اور شرک کی ممانعت

یہ دونوں ابراہیمی مذاہب کی بنیادی ترین اخلاقی تعلیم ہے۔ بائبل⁽³⁵⁾ میں واضح حکم دیا گیا ہے کہ "میرے سوا کوئی اور معبود نہ ہو"۔ یہ نہ صرف خدا کی مطلق حاکمیت کو قائم کرتا ہے بلکہ کسی بھی دیگر دیوتاؤں یا انسانی ساختہ توتوں کی عبادت کو مسترد کرتا ہے۔ قرآنی حکم⁽³⁶⁾ بھی اس کی تصدیق کرتا ہے: "اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ"۔

قرآن کا یہ حکم زیادہ وسیع ہے، جو شرک کی ہر صورت کی نفی کرتا ہے، خواہ وہ رسمی ہو یا باطنی، اور تمام افعال کی بنیاد خالص توحید پر رکھنے کا تقاضا کرتا ہے۔

بت پرستی اور نمائندگی سے اجتناب

بائبل⁽³⁷⁾ میں خاص طور پر تاکید کی گئی ہے: "تُو اپنے لیے کوئی مورت یا نقش نہ بنانا۔"

جس کا مقصد خدا کو کسی مادی شکل میں پیش کرنے یا عبادت کرنے سے منع کرنا ہے۔ قرآنی اخلاقیات میں یہ اصول توحید کے پہلے حکم میں شامل ہو جاتا ہے۔ اسلام میں خدا کو کسی بھی مادی شکل یا مخلوق کی خصوصیت سے منسوب کرنے کی سخت ممانعت ہے، تاکہ عبادت کا ارتکاز صرف خدا پر ہو جو ہر شکل اور مادی حد سے بالاتر ہے۔

شریعت کی پیروی اور سبت کی حرمت

بائبل⁽³⁸⁾ "سبت کے دن کو پاک ماننا" کا حکم دیتی ہے، جو ایک ہفتہ وار دن کو خدا کی یاد اور آرام کے لیے مخصوص کرنے کی اخلاقی ذمہ داری عائد کرتا ہے۔ اس کے مقابلے میں، قرآن⁽³⁹⁾ ایک زیادہ دائمی اور ہمہ گیر اخلاقی اصول فراہم کرتا ہے: "اور یہ میرا سیدھا راستہ ہے، سو اسی کی پیروی کرو"۔

یہ حکم یہ اخلاقی درس دیتا ہے کہ انسان کی پوری زندگی خدا کے سیدھے راستے (شریعت) کی پیروی کے لیے وقف ہونی چاہیے، جو ایک اخلاقی طرز عمل کی بنیاد ہے۔

والدین کا احترام اور حسن سلوک

یہ حکم دونوں مذاہب میں خاندانی ڈھانچے اور معاشرتی استحکام کے لیے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ بائبل⁽⁴⁰⁾ کہتی ہے: "اپنے ماں باپ کی عزت کرنا"۔ قرآن⁽⁴¹⁾ اس سے بھی زیادہ زور دار انداز میں اسے توحید کے فوراً بعد پیش کرتا ہے: "اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو"۔

یہ اخلاقی حکم صرف عزت کرنے تک محدود نہیں، بلکہ ہر ممکن احسان، دیکھ بھال اور نرمی برتنے کا تقاضا کرتا ہے، جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ خاندان کو معاشرتی اکائی کا بنیادی ستون قرار دیا گیا ہے۔

قتل اور انسانی جان کے تقدس کی ممانعت

بائبل⁽⁴²⁾ کا حکم ہے: "تُوخون نہ کرنا"، جو انسانی جان کے مطلق تقدس کو قائم کرتا ہے۔ قرآن⁽⁴³⁾ اس کی تائید کرتے ہوئے کہتا ہے: "جس جان کو اللہ نے حرام کیا ہے، اسے حق اور انصاف کے بغیر قتل نہ کرو"۔

قرآن "حق اور انصاف" کا استثناء شامل کر کے حدود، قصاص اور جہاد جیسے عدالتی اور قانونی فیصلوں کے جواز کی وضاحت کرتا ہے، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انسانی زندگی کا تحفظ بنیادی قانون ہے، لیکن اس کی قانونی حدود بھی موجود ہیں۔

غربت کے خوف سے قتل کی ممانعت

یہ ایک قرآنی اخلاقی اصول ہے جس کا بائبل کے دس احکام میں براہ راست ذکر نہیں ہے۔ قرآن⁽⁴⁴⁾ حکم دیتا ہے: "اور اپنی اولاد کو ناداری کے ڈر سے قتل نہ کرو"۔

یہ حکم اس وقت کی معاشی خوف کی بنیاد پر ہونے والے قتل (جیسے زمانہ جاہلیت میں لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا) کو خصوصی طور پر ممنوع قرار دیتا ہے۔ یہ اخلاقی اصول خدا پر کامل بھروسے اور معاشی تحفظ کے لیے الہی ذمہ داری پر انسان کے یقین کو اجاگر کرتا ہے، اور رحمت اور شفقت کی تعلیم دیتا ہے۔

فحاشی اور جنسی بے راہ روی سے اجتناب

بائبل (45) کا حکم ہے: "تُو زنا نہ کرنا"، جو جنسی تعلقات میں پاکیزگی اور خاندان کے تحفظ کے لیے بنیادی قانون ہے۔ قرآن (46) اس اخلاقی دائرے کو مزید وسیع کرتے ہوئے کہتا ہے: "اور بے حیائی کے کاموں کے قریب بھی نہ جاؤ، خواہ وہ کھلے ہوں یا چھپے۔"

قرآن نہ صرف زنا سے منع کرتا ہے بلکہ اس کی طرف لے جانے والے ہر عمل، ماحول اور خیال سے بھی روکتا ہے، جس کا مقصد فرد کی باطنی اور اخلاقی پاکیزگی کو یقینی بنانا ہے۔

عدل و انصاف، دیانت داری اور حسد سے گریز

بائبل (47) میں چوری اور جھوٹی گواہی سے منع کیا گیا ہے، جو معاشرتی امانت داری اور قانونی نظام کی پاسداری کا تقاضا کرتا ہے۔ قرآن (48) معاشی دیانت پر خصوصی زور دیتا ہے: "ناپ تول انصاف کے ساتھ پورا کرو"، تاکہ تجارت اور لین دین میں کوئی حق مارا نہ جائے۔ مزید برآں، بائبل (49) میں دوسروں کے مال و متاع کا لالچ نہ کرنے کا حکم دے کر باطنی اخلاقیات (حسد اور حرص سے گریز) پر زور دیا گیا ہے، جسے قرآنی اخلاقیات تقویٰ اور کامل عدل کے وسیع اصول میں شامل کر لیتی ہے۔

عہد و قول کی پاسداری اور غیر جانبداری

قرآن میں ایک منفرد اور اہم معاشرتی حکم دیا گیا ہے: "جب بات کہو تو عدل کی کہو، چاہے وہ تمہارے رشتہ دار کا معاملہ ہو"۔ یہ اخلاقی اصول یہ تقاضا کرتا ہے کہ رشتہ داری اور ذاتی تعلقات پر عدل اور سچائی کو فوقیت دی جائے، اور ہر قسم کے تنازعات اور گواہی میں غیر جانبداری کو یقینی بنایا جائے، جو معاشرتی استحکام کے لیے لازمی ہے۔

اخلاقی تعلیمات کی نوعیت

بائبل کے احکام میں خدا کی عبادت اور سبت کے دن کی حرمت پر زیادہ زور ہے، جو رسمی اور معاشرتی قانون سازی کی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں، قرآنی اصول اخلاقیات کو زیادہ اندرونی اور ہمہ گیر بناتے ہیں، جیسے غربت کے خوف سے قتل کی ممانعت (6:151) اور بے حیائی کے قریب نہ جانے کا حکم، جو فرد کے باطن کی طہارت پر زور دیتا ہے (50)۔ یہ مماثلتیں یہ ثابت کرتی ہیں کہ بنیادی اخلاقی جوہر تمام الہی شریعتوں میں یکساں ہے، جو توحید، انصاف اور انسانی جان کے احترام پر مبنی ہے۔

حضرت عیسیٰ (علیہ السلام)

حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کا قصہ ابراہیمی مذاہب کے لیے محبت، حکمت (Hikmah)، اور خدمت خلق کے گہرے اخلاقی پیغام کا ماخذ ہے۔ تاہم، ان کی حیثیت کا اخلاقی انحراف دونوں مذاہب میں اخلاقی فریم ورک کو یکسر تبدیل کر دیتا ہے۔ عیسائیت حضرت عیسیٰ کو ابنِ خدا اور نجات دہندہ مانتی ہے، جس سے اخلاقیات میں فضل (Grace) اور ذاتی نجات پر زور دیا جاتا ہے⁽⁵¹⁾۔ چونکہ ان کے پیروکار بشری نقائص اور گناہ اول کو قبول کرتے ہیں، اس لیے نجات کا راستہ پیغمبر کی کامل تقلید کے بجائے ایمان اور خدا کے فضل سے گزرتا ہے۔

اس کے برعکس، اسلام انہیں اللہ کا ایک عظیم نبی اور رسول مانتا ہے، نہ کہ خدا کا بیٹا۔ یہ حیثیت ان کی تعلیمات سے حاصل ہونے والے اخلاقی درس کو کامل توحید کے فریم ورک میں رکھتی ہے⁽⁵²⁾۔

اس اسلامی تناظر میں، حضرت عیسیٰ ایک معصوم رہنما ہیں جن کی تعلیمات توحید کی تکمیل کے لیے تھیں، اور ان کی پیروی اطاعت اور عمل صالح کے ذریعے مطلوب ہے۔

مرکزی اخلاقی تعلیمات اور ان کی نوعیت

حضرت عیسیٰ کی تعلیمات میں بنیادی اخلاقی زور روحانی حکمت، تہذیب نفس اور باطنی پاکیزگی پر رہا۔ انہیں اخلاق کا بہت بڑا استاد سمجھا جاتا ہے، اور ان کی تعلیمات (جیسا کہ عہد نامہ جدید میں مذکور ہے) اندرونی اخلاقی ذمہ داری کو اجاگر کرتی ہیں:

- **محبت کا حکم:** انہوں نے اخلاقی زندگی کی بنیاد خدا سے اور پڑوسی سے محبت کرنے پر رکھی⁽⁵³⁾، جو رحم اور تعلق کے اعلیٰ ترین معیار کا مطالبہ کرتی ہے۔
- **رحمت اور عاجزی:** انہوں نے رحم دل اور عاجز ہونے کی فضیلت سکھائی⁽⁵⁴⁾، جو اندرونی خودی کو پاک کرنے اور تکبر سے بچنے کا درس ہے۔
- **معافی اور درگزر:** سب سے اہم اخلاقی درس اپنے دشمنوں سے محبت کرنا اور معاف کر دینا تھا⁽⁵⁵⁾، جو انتقام کے جذبے کو مٹا کر شفقت کو اپنانے کی دعوت دیتا ہے۔
- **ریائی سے اجتناب:** نیکی کا کام چھپا کر کرنا⁽⁵⁶⁾ سکھایا تاکہ عمل کا مقصد صرف خدا کی رضا ہو نہ کہ انسانی تعریف، جس سے اخلاص نیت پر زور دیا گیا۔
- **سچائی:** انہوں نے سچائی کی گواہی دینے کو روحانی فلاح کا بنیادی راستہ قرار دیا⁽⁵⁷⁾۔

ان تعلیمات کا اخلاقی نقطہ یہ ہے کہ صرف ظاہری اعمال نہیں، بلکہ نیت اور قلب کی پاکیزگی ہی خدا کی نظر میں اہمیت رکھتی ہے۔ اسلامی اور عیسائی دونوں روایات ان اخلاقی اصولوں کو معاشرتی ہمدردی اور روحانی بلندی کے لیے کلیدی حیثیت دیتی ہیں۔

اخلاقی تعلیمات کا تجزیہ اور اسوہ حسنہ کا اطلاق
مشترکہ اخلاقی اقدار

دونوں ابراہیمی روایات میں تمام انبیاء کی تعلیمات کا حاصل آفاقی اخلاقی اقدار ہیں، جو انسانیت کے لیے مشترکہ ضابطہ حیات فراہم کرتی ہیں۔

بنیادی اقدار کی مرکزیت (سچائی، امانت اور سخاوت)

ان بنیادی اخلاقی اقدار میں سچائی، امانت داری، والدین کا احترام، اور سخاوت شامل ہیں⁽⁵⁸⁾۔ یہ اقدار الہی ہدایت کی بنیاد ہیں اور ان کا اطلاق صرف رسمی عبادات یا مذہبی رسومات تک محدود نہیں رہتا، بلکہ یہ زندگی کے ہر شعبے میں عملی تقاضا کرتی ہیں۔ تمام انبیاء کے قصص ان اقدار کی عملی مثالیں پیش کرتے ہیں، جیسے حضرت ابراہیمؑ کی وفاداری اور حضرت محمد ﷺ کی امانت داری، جو یہ ثابت کرتی ہیں کہ باطنی خلوص اور عملی دیانت ہی الہی ضابطے کا بنیادی تقاضا ہے۔

عدل اور صبر کی فوقیت (اجتماعی و انفرادی)

عدل کا اصول انبیاء کے تمام قصص کا مرکز ہے، جو معاشرتی انصاف کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ تمام شریعتوں میں حق اور مساوات کو قائم کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ جبکہ صبر (جیسے حضرت نوحؑ کی ہزار سالہ تبلیغ میں) استقامت اور ثابت قدمی کا درس دیتا ہے، جو ایک فرد کو مشکلات اور مخالف حالات میں اخلاقی راہ پر قائم رہنے میں مدد دیتا ہے۔ یہ دو اصول (عدل و صبر) ایک طرف معاشرتی ذمہ داری اور دوسری طرف انفرادی تہذیب کو یقینی بناتے ہیں۔

حسن سلوک اور اخلاقی دائرے کا پھیلاؤ

اس اخلاقی فریم ورک میں احسان اور حسن اخلاق کا دائرہ بہت وسیع ہے، جو نہ صرف انسانوں کے ساتھ شیریں و میٹھے بول، عفو و درگزر اور مہربانی کو شامل کرتا ہے، بلکہ جانوروں اور پرندوں کے ساتھ حسن سلوک کا بھی تقاضا کرتا ہے۔ یہ مشترکہ اقدار یہ ظاہر کرتی ہیں کہ الہی پیغام کا مقصد ایک ایسی عالمی برادری کا قیام ہے جہاں اخلاقیات انفرادی عمل سے نکل کر معاشرتی تعلقات کی بنیاد بنیں، اور ہر فرد کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ان آفاقی اقدار کو اپنے روزمرہ کے معاملات میں شامل کرے۔ ان اصولوں کی یکسانیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تمام الہی مذاہب کا اخلاقی جوہر یکساں رہا ہے۔

منفرد اخلاقی زور: توحید، اللہ کی حاکمیت اور محبت، فضل کا موازنہ

قرآن کا اخلاقی زور: توحید اور معاشرتی انصاف پر

قرآن میں اخلاقیات کی بنیادی جڑ توحید (اللہ کی وحدانیت) میں پیوست ہے۔ توحید کا فلسفہ یہ سکھاتا ہے کہ تمام انسان اللہ کی مخلوق ہیں، اس لیے تمام نسلی اور سماجی امتیازات کو ختم کر کے معاشرتی عدل (Adl) قائم کرنا لازم ہے۔ اسلامی اخلاقیات میں، عدل کو ایک مقدس فریضہ قرار دیا گیا ہے اور صرف ذاتی سطح پر نہیں بلکہ معاشرتی سطح پر اس کی ضرورت ہے۔ اسلام زکوٰۃ کے ذریعے دولت کی منصفانہ تقسیم کا حکم دیتا ہے، تاکہ غربت اور ظلم (Zulm) کا خاتمہ ہو⁽⁵⁹⁾۔

یہ اخلاقیات فرد کو اجتماعی ذمہ داری کے لیے تیار کرتی ہیں، جہاں اخلاقی عمل کا مقصد صرف ذاتی نجات نہیں، بلکہ خدا کی حاکمیت کے تحت ایک منصفانہ نظام کا قیام ہے۔ اس طرح، اخلاقی عمل کا تعلق براہ راست سماجی انصاف اور قانون کی حکمرانی سے جوڑ دیا گیا ہے۔

بائبل کا اخلاقی زور: محبت اور فضل (Grace) پر

بائبل میں، خاص طور پر عہد نامہ جدید میں (حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات میں)، اخلاقیات کا مرکز خدا کی محبت اور فضل (Grace) ہے۔ یہ نقطہ نظر اس الہیاتی اصول پر مبنی ہے کہ چونکہ انسان گناہ اول میں مبتلا ہے اور اپنی کوشش سے کامل نہیں ہو سکتا، اس لیے وہ خدا کی رحمت کے بغیر اخلاقی تکمیل حاصل نہیں کر سکتا⁽⁶⁰⁾۔

اس میں زور ذاتی توبہ، باہمی محبت، معافی اور درگزر پر ہوتا ہے۔ یہ نقطہ نظر اخلاقی جدوجہد کو تسلیم کرتا ہے، لیکن نجات کا انحصار پیغمبر کی کامل تقلید یا عمل کے کامل وزن سے زیادہ خدا کے فضل اور مسیح کے کفارے پر رکھتا ہے۔ اس اخلاقی فریم ورک میں، باطنی خلوص اور عاجزی کو اہمیت دی جاتی ہے، جہاں محبت اور فضل کا اصول تمام قانونی احکامات پر حاوی ہو جاتا ہے۔

حضرت محمد (ﷺ) کا اسوہ حسنہ: آفاقی اخلاقیات کی تکمیل

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات گرامی سابقہ انبیاء کی اخلاقی تعلیمات کا اوج کمال اور ان کے عملی اطلاق کا نمونہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کو پوری نسل انسانی کے لیے اسوہ حسنہ (نمونہ کامل) قرار دیا⁽⁶¹⁾، جو آپ کے کردار کی آفاقی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔

اخلاقیات کی تکمیل اور قرآنی کردار

رسول اللہ ﷺ نے خود فرمایا کہ آپ کو مکارم اخلاق کو تکمیل تک پہنچانے کے لیے مبعوث کیا گیا ہے، جس کا مطلب ہے کہ آپ کی بعثت کا مقصد تمام آفاقی اخلاقی اقدار کو عروج تک پہنچانا تھا۔ اس کی سب سے بڑی شہادت حضرت عائشہ

صدیقہؓ نے دی، جب انہوں نے آپ ﷺ کے اخلاق کو "قرآن" قرار دیا، جس کا مطلب ہے کہ قرآنی تعلیمات کا متحرک، جیتا جاگتا اور مجسم اظہار آپ کی ذات میں تھا، اور آپ کی زندگی الہی احکام کی عملی تفسیر تھی۔

مساوات اور عدل کی بنیاد (تقویٰ)

آپ ﷺ نے نسلی اور قبائلی امتیازات کو ختم کیا اور مساوات پر زور دیا، یہ اعلان کرتے ہوئے کہ برتری کا معیار صرف تقویٰ اور راستبازی ہے۔

اس اخلاقی درس نے معاشرتی عدل کی ایک ایسی بنیاد فراہم کی جہاں لوگوں کو ان کی ظاہری حیثیت یا نسل کے بجائے ان کے اخلاقی کردار سے پرکھا جائے۔ آپ کی تعلیمات نے توحید، عدل، اور محبت کے تمام اصولوں کو ایک ہی عملی سانچے میں ڈھال دیا۔

حسن اخلاق کی اہمیت اور قیامت کا معیار

آپ ﷺ نے مزید فرمایا کہ قیامت کے دن مؤمن کے ترازو میں سب سے بھاری چیز حسن اخلاق ہوگی۔ یہ حدیث اس بات پر زور دیتی ہے کہ عبادات کے ساتھ ساتھ بہترین اخلاقی کردار ہی الہی میزان میں سب سے زیادہ وزن رکھے گا۔ آپ ﷺ نے اپنے پیروکاروں کو ہدایت کی کہ وہ لوگوں کو اپنے خوش مزاج چہروں اور اچھے اخلاق سے مطمئن کریں، نہ کہ صرف مال سے، جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ عملی اخلاقیات اور نرم رویہ تمام مالی اور مادی عطیات سے زیادہ قیمتی ہیں۔ حضرت محمد ﷺ کی اخلاقی تعلیمات، تمام سابقہ انبیاء کے اخلاقی اسباق کی آفاقی سطح پر تکمیل کرتی ہیں، جو تمام زمانوں اور مقامات کے لیے ایک جامع اور کامل اخلاقی ضابطہ فراہم کرتی ہیں۔

نتائج و بحث (Conclusion)

یہ تحقیق اس امر کی قطعی تصدیق کرتی ہے کہ ابراہیمی روایت میں انبیاء کے قصص انسانیت کے لیے اخلاقی اور روحانی رہنمائی کا ایک بنیادی ماخذ ہیں۔ دونوں مقدس کتب (قرآن اور بائبل) توحید، عدل، صبر، احسان، اور توبہ جیسے آفاقی اخلاقی اصولوں پر زور دیتی ہیں، جو یہ ثابت کرتے ہیں کہ الہی پیغام کا اخلاقی جوہر یکساں رہا ہے۔ اخلاقی نظاموں میں بنیادی فرق انبیاء کے کردار کی عکاسی سے پیدا ہوتا ہے: قرآنی نظام اخلاق میں انبیاء کی عصمت (Infallibility) کا اصول، غیر مشروط تقلید کے لیے ایک کامل اور بے عیب اخلاقی نمونہ فراہم کرتا ہے، جس کا مقصد معاشرتی عدل کا قیام ہے، جبکہ بائبل کا بیانیہ انبیاء کی بشری کمزوریاں ظاہر کر کے، خدا کے فضل (Grace) پر انحصار کو مرکزی اخلاقی اہمیت دیتی ہے۔ حضرت موسیٰ کے دستوری

ہدایات (Decalogue) اور قرآنی بنیادی احکام میں بھی اگرچہ اصول مشترک ہیں، لیکن قرآن اخلاقیات کو زیادہ واضح طور پر توحید اور سماجی انصاف کے فریم ورک سے جوڑتا ہے۔

حاصل مطالعہ کے طور پر، یہ تحقیق زور دیتی ہے کہ انبیاء کی مشترکہ اخلاقی میراث کا مطالعہ بین المذاہب ہم آہنگی اور افہام و تفہیم کے لیے کلیدی اہمیت رکھتا ہے۔ یہ مطالعہ ہمیں مشترکہ اقدار پر توجہ مرکوز کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ حضرت محمد ﷺ کا اسوۂ حسنہ اور ان کی آفاقی اخلاقی تعلیمات، سابقہ انبیاء کی تعلیمات کو مکمل اور جامع شکل میں پیش کرتی ہیں۔ آپ ﷺ کی تعلیمات نے توحید، عدل، اور محبت کے تمام اصولوں کو ایک عملی سانچے میں ڈھال دیا اور نسلی امتیازات کو ختم کر کے مساوات پر زور دیا، اس طرح آپ کا کردار ہر دور کے انسان کے لیے ایک قابل عمل اور کامل اخلاقی ضابطہ فراہم کرتا ہے۔

سفارشات (Recommendations)

اس تحقیق کی روشنی میں درج ذیل سفارشات پیش کی جاتی ہیں:

مشترکہ نصاب کا فروغ: مذہبی تعلیم کے نصاب میں ابراہیمی انبیاء کی مشترکہ اخلاقی تعلیمات پر مشتمل ابواب کو شامل کیا جائے، تاکہ طلباء میں بین المذاہب احترام اور مشترکہ انسانیت کا احساس بیدار ہو۔

عدل اور سماجی ذمہ داری پر زور: عصری اخلاقی تعلیمات میں معاشرتی عدل (Adl) اور اجتماعی ذمہ داری کے قرآنی تصورات کو شامل کیا جائے، تاکہ اخلاقی عمل صرف انفرادی نجات کے بجائے سماجی تبدیلی کا ذریعہ بن سکے۔

نبوی کردار کی آفاقیت: حضرت محمد ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو نہ صرف مذہبی بلکہ قیادت اور اخلاقیات (Ethics) کے جدید کورسز میں بھی شامل کیا جائے، تاکہ آپ ﷺ کے صبر، عدل اور حکمت پر مبنی فیصلے عصری لیڈرشپ کے لیے رہنما اصول بن سکیں۔

حوالاجات

- ¹ حفظ الرحمن سیہاروی، (2018) قصص القرآن۔ جلد 1-3۔ لاہور: دار الاشاعت۔ (اصل اشاعت 1946ء)۔ جلد 1، صفحہ 15
- ² حافظ، عبدالغفار، (2020) عصمت الانبیاء فی ضوء القرآن والسنة۔ (تحقیقی مقالہ / کتاب)۔ صفحہ 90-95
- ³ Holy Bible (2008): New International Version (NIV) / King James Version (KJV). (P. 88 -
- ⁴ طباطبائی، سید محمد حسین، (1985) المیزان فی تفسیر القرآن۔ ترجمہ و تحقیق۔ بیروت: مؤسسۃ العلمی للمطبوعات۔ جلد 1، صفحہ 421
- ⁵ Holy Bible (2008): New International Version (NIV) / King James Version (KJV). (P. 88 -
- ⁶ الرازی، فخر الدین، (2000) التفسیر الکبیر (مفاتیح الغیب)۔ بیروت: دار احیاء التراث العربی۔ جلد 13، صفحہ 110۔
- ⁷ طباطبائی، سید محمد حسین، (1985) المیزان فی تفسیر القرآن۔ ترجمہ و تحقیق۔ بیروت: مؤسسۃ العلمی للمطبوعات۔ جلد 1، صفحہ 435۔
- ⁸ Holy Bible (2008): New International Version (NIV) / King James Version (KJV). (P. 88

- ⁹ ابن كثير، اسماعيل بن عمر، (2009) قصص الأنبياء - تحقيق: مصطفى عبد الواحد - القاهرة: دار السلام - صفحة 450-551
- ¹⁰ حفظ الرحمن سيهاروي، (2018) قصص القرآن - جلد 1-3 - لاهور: دار الاشاعت - (اصل اشاعت 1946ء) - جلد 1، صفحه 61
- ¹¹ الرازي، فخر الدين، (2000) التفسير الكبير (مفتاح الغيب) - بيروت: دار احياء التراث العربي - جلد 13، صفحه 441
- ¹² ابن كثير، اسماعيل بن عمر، (2009) قصص الأنبياء - تحقيق: مصطفى عبد الواحد - القاهرة: دار السلام - صفحة 450-756
- ¹³ مودودي، سيد ابو الاعلى، (1976) تفهيم القرآن - جلد 1-6 - لاهور: اداره ترجمان القرآن - جلد 2، صفحه 367
- ¹⁴ Holy Bible (2008): New International Version (NIV) / King James Version (KJV). (P. 89)
- ¹⁵ Armstrong, Karen (1993): A History of God: The 4,000-Year Quest of Judaism, Christianity and Islam. New York: Knopf. (P. 111-115)
- ¹⁶ Goodman, Lenn E. (1999): Jewish and Islamic Approaches to the Philosophy of Religion. State University of New York Press. (P. 167-168)
- ¹⁷ Holy Bible (2008): New International Version (NIV) / King James Version (KJV). (P. 79)
- ¹⁸ مودودي، سيد ابو الاعلى، (1976) تفهيم القرآن - جلد 1-6 - لاهور: اداره ترجمان القرآن - جلد 2، صفحه 250
- ¹⁹ ابن كثير، اسماعيل بن عمر، (2009) قصص الأنبياء - تحقيق: مصطفى عبد الواحد - القاهرة: دار السلام - صفحة 450-453
- ²⁰ طباطبائي، سيد محمد حسين، (1985) الميزان في تفسير القرآن - ترجمه و تحقيق - بيروت: مؤسسة الأعلی للمطبوعات - جلد 1، صفحه 467
- ²¹ Holy Bible (2008): New International Version (NIV) / King James Version (KJV). (P. 49)
- ²² البقره 2:37
- ²³ Holy Bible (2008): New International Version (NIV) / King James Version (KJV). (P. 141)
- ²⁴ حفظ الرحمن سيهاروي، (2018) قصص القرآن - جلد 1-3 - لاهور: دار الاشاعت - (اصل اشاعت 1946ء) - جلد 1، صفحه 576
- ²⁵ Holy Bible (2008): New International Version (NIV) / King James Version (KJV). (P. 167)
- ²⁶ هود 43-11:42
- ²⁷ طباطبائي، سيد محمد حسين، (1985) الميزان في تفسير القرآن - ترجمه و تحقيق - بيروت: مؤسسة الأعلی للمطبوعات - جلد 1، صفحه 361
- ²⁸ Holy Bible (2008): New International Version (NIV) / King James Version (KJV). (P. 119)
- ²⁹ Armstrong, Karen (1993): A History of God: The 4,000-Year Quest of Judaism, Christianity and Islam. New York: Knopf. (P. 134-146)
- ³⁰ مودودي، سيد ابو الاعلى، (1976) تفهيم القرآن - جلد 1-6 - لاهور: اداره ترجمان القرآن - جلد 2، صفحه 320
- ³¹ Holy Bible (2008): New International Version (NIV) / King James Version (KJV). (P. 124)
- ³² ابن كثير، اسماعيل بن عمر، (2009) قصص الأنبياء - تحقيق: مصطفى عبد الواحد - القاهرة: دار السلام - صفحة 551
- ³³ Goodman, Lenn E. (1999): Jewish and Islamic Approaches to the Philosophy of Religion. State University of New York Press. (P. 235-238)
- ³⁴ مودودي، سيد ابو الاعلى، (1976) تفهيم القرآن - جلد 1-6 - لاهور: اداره ترجمان القرآن - جلد 2، صفحه 578
- ³⁵ خروج 20:3
- ³⁶ الانعام 6:151
- ³⁷ خروج 20:4
- ³⁸ خروج 20:8

39 الانعام 6:153

40 خروج 20:12

41 الانعام 6:151

42 خروج 20:13

43 الانعام 6:151

44 الانعام 6:151

45 خروج 20:14

46 الانعام 6:151

47 خروج 16-20:15

48 الانعام 6:152

49 خروج 20:17

50 الرازی، فخر الدین، (2000) التفسیر الکبیر (مفاتیح الغیب)۔ بیروت: دار احیاء التراث العربی۔ جلد 13، صفحہ 110

51 Holy Bible (2008): New International Version (NIV) / King James Version (KJV). (P. 190

52 مودودی، سید ابوالاعلیٰ، (1976) تفہیم القرآن۔ جلد 1-6۔ لاہور: ادارہ ترجمان القرآن۔ جلد 2، صفحہ 256

53 متی 22:37-39

54 متی 3:5-7

55 لوقا 6:27-28

56 متی 6:1-6

57 یوحنا 3:18

58 حفظ الرحمن سیہاروی، (2018) قصص القرآن۔ جلد 1-3۔ لاہور: دار الاشاعت۔ (اصل اشاعت 1946ء)۔ جلد 1، صفحہ 413

59 مودودی، سید ابوالاعلیٰ، (1976) تفہیم القرآن۔ جلد 1-6۔ لاہور: ادارہ ترجمان القرآن۔ جلد 2، صفحہ 657

60 Neusner, Jacob, Bruce Chilton, and William Scott Graham (2002): Common Ground:

Christianity, Islam, and Judaism. Trinity Press International. (P. 150-153)

61 ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، (2009) قصص الانبياء۔ تحقیق: مصطفیٰ عبدالواحد۔ قاہرہ: دار السلام۔ صفحہ 689